امتیازی قوانین کا خاتمہ مطلوب ہے!

عبدالرشید ارشد

امتیازی قوانین کیا ہیں اور یہ کن حدود تک جاتے ہیں مختلف قومیتوں اور مختلف مذاہب کے نزدیک ان کی تعبیر و تشریح مختلف ہے۔ ایک قانون اگر ایک مذہب کی ضرورت سمجھا جاتا ہے تو دوسرا مذہب اپنے تحفظات کی پٹاری کھول لیتا ہے۔ اس ضمن میں ہر دوسرے مذہب کی نسبت کے تحفظات زیادہ ہیں مگر ستم یہ ہے کہ وہ دوسروں کے تحفظات کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم اپنی بات کا آغاز جاوید نذیر صاحب کے مضمون ''امتیازی قوانین کا خاتمہ'' مطبوعہ نوائے انسان شمارہ نومبر کے اقتباس سے کرتے ہیں:

> ''۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد اداراتی سطح پر مذہب کے عمل دخل کے سلسلے کا آغاز ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد پاکستان کے پہلے آئین میں ملک کو سرکاری طور پر اسلامی جمہوریہ قرار دے کر غیر مسلم پر قدغن لگا دی گئی کہ وہ ملک کے صدر اور وزیر اعظم کا عہدہ نہیں سنبھال سکتا۔ ۱۹۵۶ء میں ہی اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دے کر اس سوچ کو پروان چڑھانے کی کوشش کا آغاز کیا گیا کہ یہ ملک مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔''
>
> (بحوالہ ''نوائے انسان'' نومبر ۲۰۰۹ء صفحہ ۱۳)

مذکورہ اقتباس میں دو سوال پنہاں ہیں، دو نقاط جواب طلب ہیں۔ پہلا یہ کہ '' ملک مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا تھا'' دوسرا یہ کہ ''غیر مسلم پر قدغن لگا دی گئی تھی کہ وہ ملک کے صدر اور وزیر اعظم کا عہدہ نہیں سنبھال سکتے۔'' ہم اپنی بات آگے بڑھانے سے قبل ان دو نقاط کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری گزارشات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ پہلے سوال میں یہ فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ کیا پاکستان کے مذہب کے نام پر حصول کا فیصلہ ۱۹۴۹ء میں ہوا تھا یا تخلیق پاکستان سے دس بارہ سال قبل یہ طے ہو چکا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے:

> ''اس قوم کو ایک جداگانہ گھر کی ضرورت ہے۔ ان دس کروڑ مسلمانوں کو جو اپنی تمدنی معاشرتی صلاحیتوں کو اسلامی خطوط پر ترقی دینا چاہتے ہیں ایک اسلامی ریاست کی ضرورت ہے۔''
>
> ''ایک آزاد اسلامی سلطنت کے بغیر اسلام کا تصور ہی باطل ہے۔ مسلمان کے نزدیک صحیح آزادی کا تصور یہ ہے کہ وہ ایسی اسلامی حکومت کو معرضِ وجود میں لائے جو قرآن کریم کے ضابطہ خداوندی کی متشکل ہو...... مسلمان کے نزدیک

ہر وہ نظام باطل ہے جو کسی انسان کا وضع کردہ ہو کیونکہ اس کے پاس ایک محکم دستور ہے جو اس کی ہر موقع پر اور ہر زمانہ میں راہنمائی کر سکتا ہے۔''

(قراردادِ لاہور، ۲۳؍ مارچ ۱۹۴۰ء ''حیاتِ قائداعظم'' چودھری سردار محمد خان عزیز، صفحہ ۲۲۶، ۲۵۳)

ہمیں یقین ہے کہ بانی پاکستان کے ۱۹۴۰ء کے اعلان سے یہ فیصلہ کہ ہمیں مذہب کی بنیاد پر ایک آزاد مملکت چاہیے اور مذہب بھی خالصتاً قرآن وسنت کی بنیاد کے ساتھ، جناب جاوید نذیر صاحب کا یہ مغالطہ دور ہو جانا چاہیے کہ پاکستان کو ۱۹۴۹ء میں مذہب سے منسوب کیا گیا۔ جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نے غیر مسلم صدر اور وزیراعظم کے لیے راستہ بند کر دیا، ہم جاوید نذیر صاحب سے ہی بصد احترام یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، روس، چین، جاپان، سویڈن، ڈنمارک، ناروے اور آسٹریلیا میں جو مہذب، آزاد خیال اور نہ جانے کیا کیا کچھ ہیں کیا وہاں کبھی کوئی مسلمان سربراہِ مملکت یا وزیراعظم کے عہدہ پر فائز رہا۔ وہاں بھی مسلمان آباد ہیں، ووٹر ہیں، ان کے کچھ حقوق بھی ہوں گے۔ لبنان میں مسلمان اور عیسائی کم وبیش برابر بستے ہیں وہاں صدر مسیحی ہونا لازم ہے۔ پاکستان میں ۹۸ فیصد سے زائد مسلمان آبادی ہے۔ ملک مذہب کے نام پر لیا گیا یہاں اعتراض کا کیا جواز ہے؟

جاوید نذیر صاحب کو اصل اعتراض تو یہ ہے یا وہ کہنا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ''امتیازی قوانین'' کے سبب مسیحی اقلیت ظلم کا شکار ہے۔ اپنے اعتراض کے ضمن میں وہ تائیدی حوالہ سامنے لاتے ہیں کہ:

''قومی کمشن برائے انصاف (این سی جے پی) کے اعداد وشمار کے مطابق ۱۹۸۶ء سے ۲۰۰۹ء تک توہین مذہب کے مقدمات میں ۹۶۰ افراد کو ملوث کیا گیا۔ ان میں سے ۴۷۷ کا تعلق مذہب اسلام سے تھا، ۳۴۰ احمدی شہری تھی، مسیحی ۱۱۸، ہندو ۱۰ اجب کہ ۱۰ کا عقیدہ نا معلوم تھا۔ ۳۲ افراد کو ماورائے عدالت قتل کیا گیا۔'' (نوائے انسان، صفحہ ۱۵)

مذکورہ اقتباس سے غیر مسلموں سے امتیازی سلوک کا ثبوت پیش نہیں کرتا کہ جس اسلام نے ۹۶۰ میں سے ۴۷۷ مسلمانوں کو ان کے خلافِ اسلام رویے کے سبب نظر انداز نہیں کیا اور باز پرس کی۔ اس کے متعلق کیا عقلِ سلیم تسلیم کرتی ہے کہ اسے امتیازی سلوک کا طعنہ دیا جائے؟ ۹۶۰ میں سے صرف ۱۱۸ مسیحی تھے جنھوں نے اسلامی مملکت میں اکثریتی مذہب کی توہین کی تو سزا کے مستحق قرار پائے۔ کیا اسی کا نام امتیازی سلوک ہے؟ مسیحی برادری کی وکالت کا حق ادا کرتے جاوید نذیر صاحب جو خود بھی مسیحی ہیں مگر طے شدہ پالیسی کے مطابق نام مسلمانوں سے مشابہت والا ہے، بڑی دور کی کوڑی لاتے ہیں کہ:

''ایک طرف تو مسیحی دفاعی ہیرو زدشمن سے جنگ لڑ رہے تھے تو دوسری طرف مسیحیوں کو دشمن کا ایجنٹ بھی کہا جاتا تھا۔ بالکل اسی طرح سانحہ گوجرہ کے بعد مذہبی جماعتوں نے کہا کہ سانحہ گوجرہ عیسائیوں نے خود کیا تا کہ توہین مذہب کے قوانین کو ختم کرنے کے لیے موثر جواز پیدا کیا جا سکے......'' (نوائے انسان، نومبر ۲۰۰۹، صفحہ ۱۵)

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت سترہ روزہ جنگ میں بطور سٹاف آفیسر ہم خود شریک تھے۔ قصور سیکٹر میں ہونے کے

سب کچھ واقعات سے متعلق ہمیں بھی علم ہے۔ ہم مسیحی پائلٹ میسل چودھری کی حب الوطنی اور پاکستان کے لیے قربانی کے جذبہ کو سلام کرتے ہیں۔ اور بھی بے شمار محبّ وطن مسیحیوں کا نام لیا جاسکتا ہے مگر مسیحی برادری کی ان کالی بھیڑوں کا کیا جائے جو بھارت کے لیے جاسوسی کرتی تھیں۔ رائے ونڈ اور مسیحی سٹیٹ کلارک آباد سے چند وطن دشمن بھارتی مقاصد کی تکمیل کر رہے تھے مثلاً کلارک آباد میں اس وقت کے پادری صاحب اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی سرگرمیاں قابل اعتراض تھیں۔ رائے ونڈ سٹیشن پر کھڑی ٹرینوں پر حملوں کی راہنمائی کے لیے یہی کالی بھیڑیں ذمہ دار تھیں جو بھارتی جاسوسوں کو بھی چھتری فراہم کررہی تھیں۔

سانحہ گوجرہ کے متعلق اگر وہاں کی مذہبی جماعتوں نے یہ کہا تو یہ کچھ غلط بھی نہیں کہ مسیحی برادری بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ایسے اشتعال کے لیے جواز پیدا کرنے میں مہارتِ تامہ رکھتی ہے۔ یہ مسیحی برادری پاکستانی ہو یا غیر پاکستانی مثلاً چند مثالیں سامنے لاتے ہیں:

☆ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹون بنانے، شائع کرنے اور پوری دنیا کے پرنٹ میڈیا کے ذریعے پھیلانے کے والے کون تھے؟

☆ مکہ مکرمہ مسلمانوں کا مقدس مرکز ہے، برطانیہ میں بیشتر بار کلبوں کا نام مکہ رکھتے ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کی گئی۔ اس پر ہمارا احتجاج ریکارڈ پر ہے۔

☆ بائبل کورس کے نام پر مسلمان گھرانوں میں بذریعہ ڈاک ارسال کیے جانے والے لٹریچر کے ساتھ خط کی تحریر اشتعال انگیز ہے مثلاً:

(خدا باپ سے یسوع نام میں دعا کیجیے کہ آپ کے نام یہ نادر پارسل کوئی ''دشمن'' گم نہ کردے) (یہ دشمن کون ہوسکتا ہے) (فقط آپ سے التماس کی جاتی ہے کہ ''شر پسند مسلمانوں سے'' ادارہ کی کتب احتیاط سے رکھی جاسکیں) (شر پسند مسلمان کس قدر مہذب لفظ ہے) (سرکلر لیٹر کو بے حد احتیاط سے پڑھیں تاکہ آپ حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر ''ہر خطرہ سے بچ کر'' یسوع مسیح کی بابت حقیقتِ صداقت جان سکیں) (گڈ وے سٹوزرز)

☆ سہ ماہی خبر نامہ لاہور نے مسلمانوں کے مذہبی راہنماؤں قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق اور مولانا نیازیؒ کے توہین آمیز کارٹون شائع کیے۔

☆ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی مسلم اکثریت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہا گیا کہ اسلام جھوٹا مذہب ہے۔ یہ سرکلر امریکہ میں چھپا، پاکستان میں تقسیم ہوا:

" Islam the false Gosple:"For mony years Islam has been regarded as "False Gospel" and Christions have soughl to convert Muslims to the only true and loving God, by accepting Christionily.To day there are over one billion muslims.All unoaved, going streight to hell ,all because they seek reconcile and identify Allah who is no God at all."(Luckhoo Minelis P.O.BO.885188 Dallas USA)

مذکورہ اقتباسات کو خصوصاً آخری بہ زبان انگریزی کو اور پھر امتیازی سلوک کے خاتمے کے داعی جاوید نذیر سے پوچھیئے کہ کیا یہ سطور پڑھ کر اشتعال دلانے والے زبان گدی سے کھینچ لینے کو جی نہیں چاہتا۔ اس کے باوجود مسیحی ہرزہ سرائی پر نہ مسلمان مشتعل ہوں اور نہ ہی قانون حرکت میں آئے تو بھی امتیازی سلوک اور امتیازی قانون کا طعنہ دیا جائے۔ جاوید نذیر صاحب نے اپنے مضمون میں ''ظلم وستم'' کی ایک طویل فہرست دی ہے مگر وہ بھول گئے کہ ان میں سے سبھی کی بنیاد خود مسیحی برادری نے رکھی تھی مثلاً مری یا پنڈی کے چرچ جلانے میں مسیحی نوجوان ملوث تھے۔ پورے اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں اقلیتیں تمام تر عزت وفوائد کے باوجود ناشکری کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں اور یہ سب غیر ملکی آقاؤں کی خواہشات یا ایجنڈے کی تکمیل کے لیے ہے۔

ہم جناب جاوید نذیر صاحب کو مشورہ دیں گے کہ وہ اظہارِ خیال کے لیے پیش کیے جانے والے تائیدی دلائل کی چھان پھٹک لیا کریں۔ بودی اور غیر ثقہ باتیں جگ ہنسائی کا سبب بنتی ہیں جیسی ان کی موجودہ تحریر جس سے چند اقتباسات نظر قارئین کیے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔